تخلیقی وابستگی کا شاعر: سلیم محی الدین

کلیدی الفاظ: متشکل #انحراف # آہنگ # سرشت # مجتمع #وابستگی # محاسبہ
تلازمات # مجسم # تمثیل

ڈاکٹر احمد امتیاز
شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

تلخیص: ''وابستہ''، سلیم محی الدین کا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ ان کی شاعری مختلف کیفیات کا مجموعہ ہے۔ فکر و جذبات کی انوکھی پیش کش نے اس شعری مجموعہ کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ اس میں روایت سے ہم آہنگی بھی ملتی ہے اور اس سے انحراف بھی۔ معاصر غزل کی روایت کو استحکام بخشنے والوں میں سلیم کا شمار بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی نادر تشبیہات و استعارات سے اپنی غزلوں اور نظموں کو ایک نئی معنویت عطا کی ہے اور پیکر سازی کے عمل میں اپنی ہنرمندانہ صلاحیتوں کا بخوبی اظہار کیا ہے۔

شاعری، زمین اور آسمان کے رشتوں سے متشکل کیفیات کے اظہار کا نام ہے۔ جس میں زبان انوکھے اور نئے سانچے وضع کرتی ہے۔ شاعر جب اپنے خیالات کو شعری پیکر کے سانچے میں ڈھالتا ہے تو ایک ناتمام سچائی کی دنیا ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس لیے کہ پورا سچ نہ تو بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی پورے غم کو بانٹا جا سکتا ہے۔ اس لیے کم از کم یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاعری، اشاروں کی زبان میں خوشی اور غم کے ملے جلے تاثر کو بانٹنے کا وسیلہ ہے۔ شاعری میں محض عروض کی ہی

پابندی نہیں ہوتی، اس میں تولامحدوداورلاتعدادجذبات واحساسات کے زیروبم کارفرماہوتے ہیں۔ ایک انوکھی دنیا آبادہوتی ہے جو بیک وقت ذات، سماج اور کائناتی معاملات کوایک محور پرمرتکزکرتی ہے۔ یہ ارتکاز علامتوں، استعاروں اور افکارواسالیب کے ذریعے پروان چڑھتے ہیں۔ اس لیے میں سمجھتاہوں کہ شاعری کوئی آسان کام نہیں بلکہ نہایت ہی پیچیدہ عمل ہے۔ میرے سامنے سلیم محی الدین کا شعری مجموعہ ''وابستہ'' ہے۔ اس مجموعہ میں غزلیں اورنظمیں دونوں ہیں۔ ان دونوں اصناف کے ذریعے سلیم محی الدین نے اپنی وابستگی ظاہرکی ہے۔ اگراردوشاعری کی روایت پرنظرڈالیں تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ سلیم کی شاعری ہمارے شعری سرمایے میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی شاعری میں بعض ایسے مسائل کوموضوع بنایا گیاہے جن کاتعلق نہ صرف ان کی ذات سے ہے بلکہ پورے معاشرے سے بھی ہے۔ ان کی شاعری میں روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ روایت سے انحراف کی صورت بھی دیکھنے کوملتی ہے۔ انہوں نے اپنے پیش روؤں کے تجربات سے استفادہ بھی کیاہےاوراپنی طرف سے بعض اضافے بھی کیے ہیں۔ انہوں نے جہاں اپنی غزلوں میں ضبط اور بے باکی کوہم آہنگ کیا ہے وہیں نظموں میں اقراروانکارکی صورت گری بھی کی ہے۔ ان کی شاعری میں لفظ اور لہجے نے ایسا گہراتعلق پیداکرلیاہے کہ دل گرفتہ کیفیات، حسرتِ تمناکے مقابل آگئے ہیں۔ نئے لہجے کی تشکیل میں سلیم نے ذات اورجستجو کی ایسی فضابندی کی ہے کہ ان کی فکراوران کے جمال کاہرگوشہ سامنے آجاتاہے۔ جہاں تک میں نے ''وابستہ'' کی پہلی قرأت کی ہےاس میں مجھے خصوصی طور پردوچیزیں نظرآئیں۔ پہلی یہ کہ ان کے یہاں کائناتی مسائل سے بحث کم سے کم ہے بلکہ وہ انسان کے داخلی وجودسے وابستہ سماجی رشتوں کوزیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ دوسری چیزان کانرم اورخلوص ومحبت سے پُرلب ولہجہ ہے۔ میں سمجھتاہوں کہ اخلاص اورمحبت سے زیادہ سرشت کوسنوارنے اور سجانے والی کوئی دوسری چیزنہیں ہوتی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ سلیم محی الدین کی نرمی

اور گھلاوٹ نے ان کی شاعری کو عام گفتگو اور سہل ممتنع کے انداز میں بدل دیا ہے۔ اس لیے ''وابستہ'' کے مطالعے میں جس چیز نے مجھے متاثر کیا ہے وہ ان کی فکری معصومیت اور پاکیزگی کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ہے۔ ایسی شاعری جس کا اثر پڑھنے والے پر اس طرح پڑے کہ وہ شاعر اور موضوع دونوں سے محبت کرنے لگے، میری نظر میں کامیاب شاعری کی دلیل ہے اور یہ خوبی ہمیں سلیم کے یہاں واضح طور پر دیکھنے کو ملتی ہے:۔

سمٹا جا رہا ہے گھر کا آنگن
انا دیوار ہوتی جا رہی ہے
حکایتوں کی اسیر دنیا
کہانیوں کی کتاب پلکیں
ہم چراغوں کو زندگی دیں گے
تم ہواؤں کے کان بھر دینا
آج جینا عذاب ہے کتنا
تازہ اخبار سامنے رکھنا
آئینوں سے بات کرو جب
چہرہ پتھر کرنا سیکھو

مذکورہ اشعار میں سلیم کا رویہ کم و بیش ایک جیسا ہے۔ ان کے دوسرے بہت سے اشعار میں یہی رویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ زندگی کے مصائب سے لڑنا اور زندگی کی بقا کے لیے جدوجہد کرنا فطری عمل ہے۔ سلیم کی غزلوں میں بین السطور ہمیں ان کا احتجاجی تیور بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ سلیم کی غزلوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اکثر تعین و تفصیل کی جگہ اجمال و ابہام سے کام لیتے ہیں۔ اس عمل سے ان کی غزلوں کا حسن بڑھ جاتا ہے اور داخلی دنیا خوبصورت نظر آنے لگتی ہے۔

زمیں، آسماں، بارشیں، چاہتیں

ہے منشا ترا، مرضیاں بھی تری
مرثیے پانیوں کے لکھتے ہیں
بادلوں سے ہے سلسلہ اپنا
رونا ہنسنا، ہنسنا رونا، عادت ہے
ہم کو بھی کچھ درد چھپانے آتے ہیں
گم سم گم سم چپ چپ سا
کون کھڑا ہے پہلو میں
نسلوں کا سرمایہ ہے
ریت نگر اور دریا خواب

''وابستہ'' کے مطالعہ سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سلیم محی الدین نے بہت قریب سے زندگی کو دیکھنے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی غزلوں میں محبت کی کیفیت بھی ہے اور اس کا محاسبہ بھی۔ ناامیدی اور ناکامی کے درمیان سے ابھرنے والی امید کی کرن بھی ہے جو اُن کے ذاتی غم کو اجتماعی غم کی صورت عطا کرتی ہے۔ ان کی غم ناکی پر صبر و تحمل کا دبدبہ قائم رہتا ہے اس لیے تمام لاچاری اور بے بسی کے باوجود وہ ہمت نہیں ہارتے اور حقیقت کو کھلی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ دیگر تمام شعری اصناف میں غزل، عالم شاعری میں سب سے مکمل صنفِ سخن ہے۔ غزل کی رمزیت ہی نے غزل کے داخلی امکان کو زندہ رکھا ہے۔ سلیم نے جس انداز سے اپنی غزلوں میں رمزیت پیدا کی ہے وہ قابل لحاظ بھی ہے اور قابل قدر بھی۔ ایک شاعر کے لیے بہت ضروری ہے کہ اسے اپنی شعری روایت کا علم ہو۔ شعری روایت کا علم ہی شاعر کو نئے انداز سے سوچنے اور برتنے پر اکساتا ہے۔ سلیم محی الدین کو اپنی شعری روایت کا علم ہے۔ انہوں نے ایک کامیاب شاعر کی طرح ہنرمندی کی طرح اپنے تجربوں کو شعری پیکر عطا کیا ہے۔ یہ تجربے محض ان کی غزلوں میں ہی نہیں بلکہ

ان کی غزلوں میں بھی بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کے لفظیات، ان کے استعارے یا دیگر شعری تلازمات، اس طرح ان کے اظہار سے وابستہ ہیں کہ ان نئی معنویت کو جنم دیتے ہیں۔ ان کے یہاں مسلسل سلگتے رہنے کا احساس بار بار پیدا ہوتا ہے جو اُن کے جذبات کو مجسم اور متشکل کرتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو سلیم کے یہاں رومان کی بہتی لہر پر حُزنیہ کیف کی دھند بہت دل پذیر احساس پیدا کرتی ہے۔

مرے لہو میں تو پہلے ہی آگ روشن تھی
ترے وجود کی گرمی سے میں پگھلتا گیا
دھوپ بہتر نہ گھر بھلا اپنا
ہے کھلا سر ہی مسئلہ اپنا
شبنم شبنم خواب اترتے ہیں مجھ پر
سَو سَو سورج دھوپ اُگانے آتے ہیں
آئینوں سے الجھ الجھ پڑنا
سایہ سایہ مصالحت کرنا
آنگن میں تھا دھوپ کا پودا
کمرے میں اک شمع جلی ہے
جل اٹھے دیپ اس کی یادوں کے
مسکرانے لگا ہے دروازہ
نیلام ہوئیں سبز درختوں کی قبائیں
ہے، سر پہ تنی دھوپ کی چادر سے گزرنا
جستجو اس کی جیسے پرندہ
بھول جائے اترنا زمیں پر

اور یہ کیفیت ''ادھورا خواب''، ''کچھ تو کہو''، ''عکس''، ''وہ اک لمحہ''، ''اداس لمحہ'' وغیرہ نظموں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ نظم ''ادھورا خواب'' سے یہ دو بند ملاحظہ کریں:۔

کوئی معصوم سی خواہش
مجھی میں سر اٹھاتی ہے
کبھی ہے رینگنے لگتی
کبھی کلکاریاں کرتی
مکمل خواب آنکھوں پر
نہ جانے کب، کہاں اترے
ہے راتیں سوچنا مجھ کو
ہے نیندیں جاگنا مجھ کو

سلیم کی غزلوں کی طرح ان کی نظموں میں بھی سوز و گداز ہے۔ مگر ایک اچھی اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ ان کی نظموں میں روزمرہ کی باتیں بھی علامت کے پردے میں ظاہری ہوئی ہیں اور صرف علامت ہی نہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ آپ بیتی کی شکل میں تو کہیں تمثیل و اشارے کی شکل میں اور کہیں خود کلامی کے طور پر۔ گویا ان کی نظموں میں بہروپ کی فنکاری موجود ہے۔ تاہم یہ کہنے میں تامل نہیں کہ ان کی نظمیں اپنی سادگی اور سنجیدگی کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہیں۔ ان کی نظموں میں جو گہری بصیرت اور گرمیِ خلوص ہے وہ ان کی نظموں کو غزلوں کی ہی طرح پائیدار بناتی ہے۔ سلیم زندگی کی تازگی اور تابانی تلاش کرتے ہوئے بھی اس کی تاریکی کو فراموش نہیں کرتے۔ وہ حقیقت شناس ہیں اور شکست و فتح کے درمیان معتدل رہنے کا ہنر جانتے ہیں۔ تنہائی اور افسردگی کے عالم بھی محبت اور مسرت کے دروازے کھٹکھٹانا جانتے ہیں۔ ان کی غزلوں اور نظموں سے سجی ہوئی اس کتاب ’’وابستہ‘‘ میں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جن پر سے قرأت کے ساتھ ساتھ پردے ہٹیں گے اور سلیم کے فنکارانہ ذہن کے دریچے واہوں گے۔ ان کی شاعری میں جو انسانی ہمدردی کی آنچ سلگ رہی ہے، جو ذہن و دل کی کشمکشوں کو پیش کر رہی ہے، ان پر مزید تفصیل سے لکھا جائے گا۔ تاہم میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سلیم نے

اپنے عہدے کے مروجہ مسائل کو اپنی سیدھی سادی زبان میں پیش کیا ہے۔ یہ پیش کش ہر ذہنی سطح کے لیے مواد رکھتی ہے۔ ان کی شاعری میں کسی قسم کی ترسیلی ناہمواری یا ابلاغی غنودگی کا احساس نہیں ہوتا۔ سلیم نئی اور پرانی قدروں کے ساتھ کوئی خطِ حصار نہیں کھینچتے بلکہ دونوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے افکار، ان کے لہجے اور ان کے شعری تیور میں ایک خاص قسم کا ربط اور رکھ رکھاؤ دیکھنے کو ملتا ہے۔ سلیم نے جس طرح سے اپنی شاعری میں زمینی حقیقت کو اجتماعی ذات سے منسلک کیا ہے، وہ ان کی شاعری میں ایک نئی شان پیدا کرتا ہے۔ سلیم کے تخلیقی رویے سے ان کے باطنی مزاج کی عکاسی بھی ہوتی ہے اور ان کے افکار کی تہیں بھی کھلتی ہیں۔ ان کی شاعری بھی بہت سے دوسرے بڑے شعراء کی طرح ماضی، حال اور مستقبل کے اطراف سفر کرتی ہے اور اپنا معیار و مقام ثابت کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے سلیم محی الدین کو اپنی منتخب راہ پر چلنے میں کبھی دشواری نہیں ہوگی اور ان کے تخلیقی سوتے کبھی خشک نہیں ہوں گے بلکہ قارئین کو تازہ افکار و اسالیب سے سیراب کرتے رہیں گے۔

☆☆☆